Al-Mahdi Research Journal (MRJ)

Vol 5 Issue 2 (Oct-Dec 2023)

HJRS HEC Journal Recognition System

ISSN (Online): 2789-4150
ISSN (Print): 2789-4142

A Research Study of The Personal And Personal Circumstances And Events of Sayyiduna Adam (Peace Be Upon Him) In The Books of Hadiths

کتب احادیث میں سیدنا آدم علیہ السلام کے ذاتی و شخصی احوال و وقائع کا تحقیقی مطالعہ

Dr.Moazzam Nawaz Virk

Assistant professor, Govt.Graduate College civil lines Sheikhupura

Email: drmoazzamnawazvirk@gmail.com

Abstract:

Man is the caliph of Allah Ta'ala and Allah Ta'ala has breathed His soul into him. These two qualities demand high morals from man, such as justice and fairness, benevolence, goodness, generosity, honesty, love, selflessness and gentleness. The eternal enemy encourages him to adopt bad morals like evil, immorality, avarice, miserliness, pride, arrogance, lies, greed, lust, malice and envy. In this battle of truth and falsehood, good and evil, good and bad, there is a trial, trial and examination of man. There will be the depths of hell.

Allah created Adam (peace be upon him): He breathed His soul into him, made the angels prostrate and expressed their excellence and superiority, Then made him a resident of Jannat al-Firdus to live. And at the same time, by forbidding only one tree as a reward, he made him the owner of the whole paradise. Burning in the fire of jealousy, all these blessings were pricking the devil like a thorn, so he misled him from the command of the Lord by becoming the well-wisher of Adam (peace be upon him). If they ate the forbidden fruit, all the blessings of Paradise were immediately taken away. The cunning enemy succeeded in his trick and Adam (peace be upon him) repented. His repentance was accepted, but he was expelled from heaven and settled on earth.

The real abode is heaven, provided that the divine guidance is followed, otherwise hell will be the abode. According to Maulana Islahi: Since Allah Ta'ala has given man a severe test in this world by giving the devil time to deceive him, therefore his mercy is due to him alone in the matter of guidance and correction of man. Don't just leave it to reason and insight, but also keep its nature awake and protect its intellect from deviations and misguidance, so that those who want to take the path of guidance, take it because of al-Basira, and those who want to follow the path of error. If they want, they should also go after the complete proof. This is the main purpose of the establishment of prophethood and prophethood, and in fact, these are the teachings of the Prophets, peace and blessings be upon them, which are the ultimate comfort and consolation for man in this testing world. Even if this thing is taken away from a person, then the person can easily fall victim to every temptation.

Keywords:

قرآن نے تخلیق آدم علیہ السلام کو ایک فرد کی تخلیق کے طور پر نہیں پیش کیا بلکہ ایک نمائندہ کی حیثیت سے، فرشتوں سے اپنے منصوبے کا ذکر کرتے ہوئے اور ان کے خدشات کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

﴿وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي جَاعِلٌ فِي الْأَرْضِ خَلِيفَةً قَالُوا أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ قَالَ إِنِّي أَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾ (1)

"اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے کہ بے شک میں بنانے والا ہوں زمین میں خلیفہ۔ تو فرشتوں نے کہا: کیا تو بنائے گا زمین میں اس کو جو اس میں فساد مچائیں گے اور خون بہائیں گے اور ہم آپ کی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں۔ اللہ نے فرمایا: بے شک میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔"

" عَنْ أَبِي مُوسَى، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ خَلَقَ آدَمَ مِنْ قَبْضَةٍ قَبَضَهَا مِنْ جَمِيعِ الْأَرْضِ، فَجَاءَ بَنُو آدَمَ عَلَى قَدْرِ الْأَرْضِ . جَاءَ مِنْهُمُ الْأَبْيَضُ وَالْأَحْمَرُ وَالْأَسْوَدُ وَبَيْنَ ذَلِكَ، وَالْخَبِيثُ، وَالطَّيِّبُ وَالسَّهْلُ، وَالْحَزْنُ وَبَيْنَ ذَلِكَ " (2)

نقد حدیث: اسنادہ صحیح

امام مزی نے تھذیب الکمال میں اس کو اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو حدیث حسن صحیح کہا ہے۔ (حاشیہ مسند احمد، ج ۳۲، ص ۳۵۳)

"سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے ساری زمین سے ایک مٹھی بھری اور اس سے آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، یہی وجہ ہے کہ اولادِ آدم زمین کی مٹی کی نوعیت کے مطابق پیدا ہوئے ہیں یعنی کوئی سفید ہے، کوئی سرخ ہے، کوئی سیاہ ہے اور کسی کی رنگتیں ان کے درمیان درمیان ہیں۔ اور کوئی خبیث ہے، کوئی پاکیزہ مزاج ہے، کوئی نرم ہے کوئی سخت ہے اور کوئی ان کے درمیان درمیان۔"

انسانی مزاجوں میں حیران کن فرق پایا جاتا ہے۔ ایک آدمی دوسرے پر جان و مال قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے جبکہ دوسرا اس سے بول کر بھی راضی نہیں ہوتا۔ کسی کو اپنے بیوی بچے اس قدر پیارے لگتے ہیں کہ وہ سارا وقت ان کے اندر گزارنا چاہتا ہوتا ہے جبکہ ایسے لوگ بھی ہیں جن کا سارا وقت گھر سے باہر دوستوں یاروں میں گزر جاتا ہے۔ غرضیکہ ہر آدمی کا میلان اور رجحان دوسرے سے مختلف ہے اور تقریباً ہر کوئی دوسرے کے مزاج پر نقد کرتا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: " خَلَقَ اللهُ عَزَّ وَجَلَّ آدَمَ عَلَى صُورَتِهِ، طُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، فَلَمَّا خَلَقَهُ قَالَ لَهُ: اذْهَبْ فَسَلِّمْ عَلَى أُولَئِكَ النَّفَرِ - وَهُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِكَةِ جُلُوسٌ - فَاسْتَمِعْ مَا يُجِيبُونَكَ، فَإِنَّهَا تَحِيَّتُكَ وَتَحِيَّةُ ذُرِّيَّتِكَ " قَالَ: " فَذَهَبَ، فَقَالَ: السَّلَامُ عَلَيْكُمْ فَقَالُوا: السَّلَامُ عَلَيْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ. فَزَادُوهُ: وَرَحْمَةُ اللهِ ". قَالَ: " فَكُلُّ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ عَلَى صُورَةِ آدَمَ، وَطُولُهُ سِتُّونَ ذِرَاعًا، فَلَمْ يَزَلْ يَنْقُصُ الْخَلْقُ بَعْدُ حَتَّى الْآنَ "(3)

نقد حدیث: اسنادہ صحیح علی شرط الشیخین

امام ترمذیؒ نے اس کو نقل کر کے کہا ہے:

حسن غریب من ھذا الوجه (حاشیہ مسند احمد، ج ۱۳، ص ۵۰۵)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا کیا، ان کا قد ساٹھ ہاتھ تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی تخلیق کی تو فرمایا: جاؤ اور فرشتوں کی بیٹھی ہوئی اس جماعت کو سلام کہو اور غور سے سنو کہ وہ آپ کو جواباً کیا کہتے ہیں، کیونکہ یہی آپ اور آپ کی اولاد کا سلام ہوگا اور کہا: السلام علیکم۔ انہوں نے جواب میں کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ یعنی ورحمۃ اللہ کے الفاظ زائد کہے۔ جب کوئی بھی آدمی جنت میں داخل ہوگا وہ آدم علیہ السلام کی صورت میں داخل ہوگا، اور ان کی لمبائی ساٹھ گز ہوگی، لیکن آج تک قد و قامت میں کمی آتی رہی۔"

((وَعَنْهُ أَيْضًا أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ: كَانَ طُولُ آدَمَ سِتِّينَ ذِرَاعًا فِي سَبْعَةِ أَذْرُعٍ عَرْضًا)) (4)

نقد حدیث: صحیح

محقق شعیب ارنووط لکھتے ہیں: یہ حدیث صحیح ہے لیکن "فی سبع اذرع عرضا" کا جملہ ضعیف ہے کیونکہ یہ علی بن زید المعروف ابن جدعان سے منقول ہے اور علی بن زید ضعیف راوی ہے۔

(حاشیہ مسند احمد، ج ۱۶، ص ۵۳۲)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: آدم علیہ السلام کا قد ساٹھ ہاتھ اور چوڑائی سات ہاتھ تھی۔"

انسان کا اصل قد ساٹھ ہاتھ ہے اور ہر جنتی کا یہی قد ہوگا۔ آہستہ آہستہ قد و قامت میں کمی آتی رہی۔ یہاں تک کہ ان لوگوں نے چھ سات فٹ قد کو بہت خوبصورت سمجھ لیا ہے اور بہت طویل قد والے معیوب سمجھے جانے لگے۔ دراصل انسان کی فطرت، ارد گرد کے ماحول سے متاثر ہوتی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خَيْرُ يَوْمٍ طَلَعَتْ عَلَيْهِ الشَّمْسُ يَوْمُ الْجُمُعَةِ، فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا» (5)

نقد حدیث: صحیح

محقق ایمن صالح شعبان نے جامع الاصول کے حاشیے میں لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور امام احمد بن حنبل نے بھی مسند احمد، ج ۲، ص ۴۰۱ پر اس کو صحیح احادیث میں ذکر کیا ہے۔

(حاشیہ جامع الاصول ابن اثیر، ج۹، ص ۲۶۶)

"سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بہترین دن جس میں سورج طلوع ہوتا ہے وہ جمعہ کا دن ہے اس دن آدم علیہ السلام کو پیدا کیا گیا۔ اس دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا، اس دن انہیں اس سے نکالا گیا۔"

تکریم آدم علیہ السلام:

چار انداز سے عزت افزائی ہے۔ اپنے دست مبارک سے پیدا کرنا، اپنی روح ڈالنا، فرشتوں کو حکم دینا کہ انہیں سجدہ کریں اور چیزوں کے ناموں کی تعلیم دینا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سیدنا آدم علیہ السلام اور سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے ملائے اعلیٰ میں ایک دوسرے سے ملاقات کی اور آپس میں بات چیت کی تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

"آپ ہی آدم ہیں جنہیں اللہ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اور آپ کے اندر اپنی روح ڈالی۔ آپ کو اپنے فرشتوں سے سجدہ کروایا اور آپ کو ہر چیز کے نام سکھائے۔"

ابلیس کا تکبر اور اس کا انجام بد:

عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنْ نُورٍ، وَخُلِقَ الْجَانُّ مِنْ مَارِجٍ مِنْ نَارٍ، وَخُلِقَ آدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَكُمْ» (6)

نقد حدیث: صحیح

محقق ایمن صالح شعبان نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ اور امام احمد بن حنبلؒ نے بھی مسند احمد میں ج ۶، ص ۱۵۳ پر اس روایت کو صحیح روایات میں نقل کیا ہے۔ (حاشیہ جامع الاصول، ج ۴، ص ۳۳)

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں، جن آگ کے شعلے سے پیدا کیے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام اس چیز (مٹی) سے پیدا کیے گئے ہیں جو تمہیں بتا دی گئی ہے۔"

حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا: "ابلیس ایک لحظہ بھر بھی فرشتہ نہیں رہا۔" (7)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ابلیس زمین کے ان فرشتوں میں سے تھا جنہیں جن کہا جاتا تھا اور علم و عبادت میں ان سب سے بڑھ کر تھا اور اس کا نام عزازیل تھا۔ (8)

جب فرشتوں کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ کریں تو انہوں نے اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل کی۔ ابلیس نے تکبر اور حسد کی وجہ سے آپ سے دشمنی رکھتے ہوئے آپ کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے دربار سے نکال دیا اور دھتکار دیا۔ اس پر لعنت ڈال کر مردود شیطان بنا کر زمین پر اتار دیا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(إِذَا قَرَأَ ابْنُ آدَمَ السَّجْدَةَ فَسَجَدَ اعْتَزَلَ الشَّيْطَانُ يَبْكِي، يَقُولُ: يَا وَيْلَهُ - وَفِي رِوَايَةِ أَبِي كُرَيْبٍ: يَا وَيْلِي - أُمِرَ ابْنُ آدَمَ بِالسُّجُودِ فَسَجَدَ فَلَهُ الْجَنَّةُ، وَأُمِرْتُ بِالسُّجُودِ فَأَبَيْتُ فَلِيَ النَّارُ ")(9)

نقد حدیث: صحیح

علامہ البانی نے اس حدیث کو صحیح ابن ماجہ میں بھی صحیح کہا ہے۔ (صحیح ابن ماجہ، ج ۱، ص ۱۷۳)

"جب آدم کا بیٹا سجدہ کی آیت تلاوت کرتا ہے پھر سجدہ کرتا ہے تو شیطان ایک طرف ہو کر رونے لگتا ہے ہائے افسوس! ابن آدم کو سجدہ کرنے کا حکم ہوا تو اس نے سجدہ کر لیا، اس لیے اسے جنت ملے گی۔ مجھے سجدہ کرنے کا حکم ملا تھا، میں نے نافرمانی کی تو مجھے جہنم ملے گی۔"

ابلیس نے کہا: اے اللہ! چونکہ تو نے مجھے گمراہ کیا ہے اس لیے میں بھی انہیں گمراہ کرنے کے لیے ہر جگہ گھات لگا کر بیٹھوں گا اور انہیں گمراہ کرنے کے لیے ہر طرف سے آؤں گا۔

خوش نصیب وہی جو اس کی مخالفت کرے اور سراسر بدنصیب وہ ہے جو اس کی بات مان لے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: شیطان انسان کے ہر راستے پر (گمراہ کرنے کے لیے) بیٹھا ہوا ہے۔ (10)

تخلیق حوا علیہا السلام:

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ نے حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ذکر کیا کہ حوا علیہا السلام کو آدم علیہ السلام کی بائیں طرف کی چھوٹی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے۔ جب کہ آپ سو رہے تھے اور پسلی کی جگہ کو گوشت سے پر کیا گیا۔ (11)

((عَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ ﷺ يَقُولُ: إِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ، وَإِنَّكَ إِنْ تُرِدْ إِقَامَةَ الضِّلَعِ تَكْسِرْهَا، فَدَارِهَا تَعِشْ بِهَا ")(12)

نقد حدیث: صحیح

CC BY

محقق شعیب ارنووط نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اس کے رجال شیخین کے رجال ہیں سوائے ابورجاء عمران بن ملحان کے اور وہ ثقہ ہے۔ (حاشیہ مسند احمد، ج ۳۳، ص ۲۸۳)

"سیدنا سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک عورت کو پسلی سے پیدا کیا گیا اور اگر تو پسلی کو سیدھا کرنا چاہے گا تو اس کو توڑ دے گا۔ پس تو اس کے ساتھ مداہنت اختیار کر، تب وہ تیرے ساتھ زندگی گزارتی رہے گی۔"

یہ آدمی کا پورا نہ ہونے والا خواب ہوگا کہ اس کی بیوی سو فیصد اس کی خواہشات کی تکمیل کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خواتین کی فطرت میں یہ بات رکھی ہے، لہٰذا خاوند کو اس فطرت کو سامنے رکھ کر کچھ صبر کا مظاہرہ بھی کرنا چاہیے۔ بعض احادیث میں عورت کو پسلی سے تشبیہ دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اخلاق میں بھی پسلی کی طرح ایسا ٹیڑھ پن رہتا ہے جو کوشش کے باوجود سیدھا نہیں ہوتا۔ اس لیے اگر خواتین میں مثبت پہلو غالب ہو تو ان کے منفی پہلو کو نظر انداز کر دینا چاہیے۔ البتہ احسن انداز میں سمجھانا ضروری ہے۔

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ فَإِنَّ الْمَرْأَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ وَإِنَّ أَعْوَجَ شَيْءٍ فِي الضِّلَعِ أَعْلَاهُ فَإِنْ ذَهَبْتَ تُقِيمُهُ كَسَرْتَهُ وَإِنْ تَرَكْتَهُ لَمْ يَزَلْ أَعْوَجَ فَاسْتَوْصُوا بِالنِّسَاءِ)) (13)

نقدِ حدیث: صحیح

علامہ البانی نے سلسلہ صحیحہ میں اس کو صحیح کہا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحۃ، مختصرہ، رقم: ۳۵۱۷)

"سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت سے حسن سلوک کی نصیحت قبول کرو کیونکہ وہ پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور سب سے ٹیڑھی پسلی وہ ہے جو سب سے اوپر والی ہے۔ اگر تو اس (پسلی) کو سیدھا کرنا چاہے گا تو اسے توڑ بیٹھے گا اور اگر اسے چھوڑ دے گا تو ٹیڑھی رہے گی، اس لیے عورتوں کی نصیحت قبول کرو۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"ابلیس کو جنت سے نکال دیا گیا اور آدم کو وہاں آباد کر دیا گیا۔ آپ جنت میں اکیلے گھومتے پھرتے تھے، ان کا کوئی ساتھی نہ تھا جس سے انہیں تسکین حاصل ہوتی۔ ایک بار سوئے، جب جاگے تو دیکھا کہ ان کے سر کے پاس ایک خاتون بیٹھی ہیں۔ انہیں اللہ نے آپ کی پسلی سے پیدا فرمایا تھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: تو کون ہے؟ انہوں نے کہا: عورت ہوں۔ فرمایا: تجھے کس لیے پیدا کیا گیا ہے؟ کہا: تاکہ آپ مجھ سے تسکین حاصل کریں۔ فرشتوں نے، جو آدم علیہ السلام کی علم کی وسعت معلوم کرنا چاہتے تھے کہا: آدم! اس کا نام کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: حواء۔ انہوں نے کہا: اس کا نام حواء کیوں ہے؟ فرمایا: کیونکہ وہ ایک زندہ وجود سے پیدا کی گئی ہے۔" (14)

حضرت آدم اور حواء علیہما السلام، دخول جنت سے خروج جنت تک:

ارشاد ربانی ہے:

﴿وَقُلْنَا يَاآدَمُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ وَكُلَا مِنْهَا رَغَدًا حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ﴾ (15)

"اور ہم نے کہا: اے آدم! تم اور تمہاری بیوی بہشت میں رہو اور جہاں سے چاہو بے روک ٹوک کھاؤ (پیو)، لیکن اس درخت کے قریب نہ جانا۔ ورنہ تم ظالموں میں ہو جاؤ گے۔"

پھر شیطان نے کہا: میں آپ کو ایک ایسا درخت بتاؤں گا جس کو کھانے کے نتیجے میں آپ موجودہ نعمتوں میں ہمیشہ رہنے کے مستحق ہو جائیں گے اور آپ کو ایسی حکومت حاصل ہو جائے گی جو کبھی تباہ ہوگی نہ ختم ہوگی، یہ محض دھوکے، فریب اور جھوٹ پر مبنی تھی۔

دونوں نے شیطان کے بہکاوے میں آکر اس ممنوعہ درخت کا پھل کھالیا تو ان پر ان کی شرمگاہیں ظاہر ہوگئیں اور وہ اپنے (بدنوں) پر بہشت کے پتے چپکانے لگے۔ اس ممنوعہ درخت کا پھل آدم علیہ السلام سے پہلے حواء علیہا السلام نے کھایا اور انہیں بھی اس کے کھانے کی ترغیب دی۔

ممکن ہے صحیح بخاری کی اس حدیث میں اسی طرف اشارہ ہو۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

(لَوْلَا بَنُو إِسْرَائِيلَ لَمْ يَخْنَزْ اللَّحْمُ وَلَوْلَا حَوَّاءُ لَمْ تَخُنْ أُنْثَى زَوْجَهَا)(16)

نقدِ حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم: ۹۴۶۱)

"اگر بنی اسرائیل نہ ہوتے تو گوشت کبھی خراب نہ ہوتا اور اگر حواء نہ ہوتیں تو کوئی عورت اپنے خاوند کی خیانت نہ کرتی۔"

حضرت آدم و حواء علیہما السلام کا جنت سے خروج:

﴿اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَى حِينٍ﴾ (17)

CC BY

"(تم سب بہشت سے) اتر جاؤ (اب سے) تم ایک دوسرے کے دشمن ہو اور تمہارے لیے ایک وقت تک زمین پر ٹھکانا اور سامان ہے۔"

یہ ارشاد حضرت آدم وحواء علیہما السلام اور ابلیس کو مخاطب کر کے فرمایا گیا۔ ایک قول کے مطابق سانپ بھی اس میں شامل تھا۔ انہیں حکم دے دیا گیا کہ جنت سے نکل جائیں، جب کہ وہ دوسرے کے دشمن اور مخالف رہیں گے۔ اس واقعہ میں سانپ کے ذکر کی تائید میں وہ حدیث پیش کی جاسکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(مَنْ تَرَكَ الْحَيَّاتِ مَخَافَةَ طَلَبِهِنَّ فَلَيْسَ مِنَّا مَا سَالَمْنَاهُنَّ مُنْذُ حَارَبْنَاهُنَّ)(18)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح لغیرہ ہے۔ امام ابوداود نے اس کو روایت کیا ہے اور موسیٰ بن مسلم نے اس بات کو بالیقین بیان نہیں کیا کہ عکرمہ نے اس کو ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ (صحیح الترغیب والترھیب: رقم: ۲۹۸۴)

"جب سے ان (سانپوں) سے ہماری جنگ شروع ہوئی ہے ہم نے ان سے کبھی صلح نہیں کی اور جس نے ڈر کی وجہ سے کوئی سانپ چھوڑ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

(فِيهِ خُلِقَ آدَمُ، وَفِيهِ أُدْخِلَ الْجَنَّةَ، وَفِيهِ أُخْرِجَ مِنْهَا)(19)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ (صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم: ۵۶۴۴)

"آدم علیہ السلام کو جمعہ کے دن پیدا کیا گیا اور اسی دن انہیں جنت میں داخل کیا گیا اور اسی دن جنت سے نکالا گیا۔"

سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"جب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو جنت سے زمین پر اتارا تو آپ کو ہر چیز بنانا سکھایا اور جنت کے کچھ پھل عطا فرمائے۔ تمہارے یہ پھل جنت کے پھلوں میں سے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان میں تبدیلی آتی ہے (خراب بھی ہو جاتے ہیں) اور ان میں تبدیلی نہیں آتی۔"

سیدنا آدم علیہ السلام کی توبہ:

اللہ تعالیٰ نے جب انہیں جنت اور راحت و سکون والی جگہ سے نکال کر مشقت اور محنت والی زندگی مہیا کی تو انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور وہ اللہ کی طرف متوجہ ہوئے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں یوں فرمایا:

((قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ))(20)

"دونوں نے کہا: اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہمارے اوپر رحم نہیں فرمائے گا تو یقیناً ہم تو خسارے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"

حضرت آدم علیہ السلام نے یہ کلمات اپنے پروردگار سے سیکھے۔ فرمایا:

﴿فَتَلَقَّىٰ آدَمُ مِن رَّبِّهِ كَلِمَاتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ﴾(21)

"پس سیکھ لیے آدم نے کلمات اپنے رب سے اور وہ متوجہ ہوا ان پر۔"

قصہ ہابیل و قابیل

تاریخ طبری میں ہے:

"سیدنا آدم وحواء علیہما السلام کے ہاں ہر بار ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوتے تھے اور انہیں یہ حکم تھا کہ ہر لڑکے کی شادی دوسرے لڑکے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے کریں اور دوسرے کی شادی پہلے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے کریں۔"(22)

متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ہر لڑکے کی شادی کسی دوسرے لڑکے کے ساتھ پیدا ہونے والی لڑکی سے کرتے تھے۔ ہابیل نے قابیل کی بہن سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا۔ اور قابیل کی بہن زیادہ خوش شکل تھی۔ چنانچہ قابیل نے چاہا کہ اس کی شادی ہابیل کی بجائے خود اس سے ہو جائے۔ آدم علیہ السلام نے اسے حکم دیا کہ ہابیل کو اس سے نکاح کرنے دے۔ اس نے انکار کر دیا تو آدم علیہ السلام نے دونوں کو قربانی کرنے کا حکم دیا۔

ہابیل بھیڑ بکریاں پالتا تھا، اس نے ایک موٹا تازہ جانور قربان کیا۔ قابیل نے اپنی کھیتی میں سے نکمی فصل کا ایک گٹھا قربانی کے طور پر پیش کیا۔ آسمان سے آگ اتری۔ اس نے ہابیل کی قربانی کو کھالیا۔ لیکن قابیل کی قربانی کو چھوڑ دیا۔ اسے غصہ آگیا۔ اس نے کہا: میں ضرور تجھے قتل کروں گا تاکہ تو میری بہن سے شادی نہ کر سکے۔ ہابیل نے کہا: اللہ تعالیٰ پرہیز گاروں سے قبول فرماتا ہے۔(23)

ایک رات ہابیل کو جانور چراتے ہوئے دیر ہو گئی تو آدم علیہ السلام نے اس کے بھائی قابیل کو بھیجا کہ معلوم کرے اسے کیوں دیر ہوئی ہے۔ وہ گیا تو اسے ہابیل مل گیا۔ اس نے کہا: تیری قربانی ہو گئی ہے میری نہیں۔ ہابیل نے کہا: اللہ تعالیٰ اہل تقویٰ سے قربانی قبول کرتا ہے۔ اس پر قابیل کو غصہ آگیا، اس کے پاس لوہے کی کوئی چیز تھی اس نے وہ مار کر ہابیل کو قتل کر دیا۔(24)

قرآن حکیم کے مطابق ہابیل نے قابیل پر ہاتھ نہیں چلایا بلکہ اس نے کہا کہ مجھے تو رب العالمین سے ڈر لگتا ہے۔

اس واقعہ سے اس کے اچھے اخلاق، خدا خوفی اور خشیت الٰہی کا اظہار ہوتا ہے اور تقویٰ کا بھی اظہار ہوتا ہے، یعنی بھائی نے جو زیادتی کرنے کا ارادہ کیا تھا، اس نے بدلے میں ویسی برائی کرنے سے پرہیز کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب دو مسلمان تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنمی ہوتے ہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اللہ کے رسول! یہ تو قاتل ہے (اس لیے سزا کا مستحق ہے) مقتول کا کیا معاملہ ہے (اس مظلوم کو بھی سزا ملی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس کی بھی شدید خواہش تھی کہ اپنے ساتھی کو قتل کر دے۔(25)

سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

"قسم ہے اللہ کی ان دونوں میں سے مقتول زیادہ طاقتور تھا لیکن اس نے دوسرے کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا تاکہ گناہ کا مرتکب نہ ہو جائے۔"(26)

سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی گئی تو اس فتنہ کے ایام میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّهَا سَتَكُونُ فِتْنَةُ الْقَاعِدُ فِيهَا خَيْرٌ مِنَ الْقَائِمِ، وَالْقَائِمُ خَيْرٌ مِنَ الْمَاشِي، وَالْمَاشِي خَيْرٌ مِنَ السَّاعِي))

"عنقریب ایک فتنہ برپا ہو گا۔ اس کے دوران میں بیٹھنے والا کھڑے ہونے والے سے بہتر ہو گا اور کھڑا ہونے والا چلنے والے سے بہتر ہو گا اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہو گا۔"

سیدنا سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اللہ کے رسول! یہ فرمائیے گا کہ اگر مجھے کوئی قتل کرنے کے لیے میرے گھر میں گھس آئے تو کیا کریں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: آدم کے بیٹے (ہابیل) کی طرح بن جانا۔(27)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم:۵۹۳۶)

یہی حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: آدم علیہ السلام کے بہتر بیٹے کی طرح بن جانا۔(28)

نقد حدیث: صحیح

شی البانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(صحیح ابن ماجہ، رقم:۳۲۰۰)

سنن اربعہ میں یہ حدیث سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کی روایت سے موجود ہے۔

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"جو انسان ظلماً قتل ہوتا ہے اس کے گناہ کا ایک حصہ آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے کو بھی ملتا ہے کیونکہ وہ پہلا شخص ہے جس نے قتل کا طریقہ شروع کیا۔"(29)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(صحیح ابن ماجہ، رقم:۲۱۱۸)

حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:

"جس دن قابیل نے اپنے بھائی کو قتل کیا اسی دن اس کو سزا مل گئی۔ چنانچہ اس کی پنڈلی اس کی ران سے چپک گئی۔ اس کو یہ بھی سزا دی گئی کہ سورج جس طرف ہوتا، قابیل کا چہرہ اسی طرف رہتا۔ اس طرح اسے دوسروں کے لیے عبرت بنا دیا گیا اور اسے جلدی سزا مل گئی کیونکہ اس نے گناہ کا ارتکاب کیا تھا، سرکشی کی تھی اور اپنے سگے بھائی سے حسد کیا تھا۔"

حدیث نبوی ہے:

"ظلم اور قطع رحمی سے بڑھ کر کوئی گناہ اس لائق نہیں کہ اس کی سزا اللہ تعالیٰ دنیا میں دے اور آخرت کا عذاب بھی اس کے مرتکب کے لیے محفوظ رکھے۔"(30)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(السلسلۃ الصحیحۃ۔ مختصرہ، رقم:۹۱۷۸)

مؤرخین لکھتے ہیں: آدم علیہ السلام کے فوت ہونے تک ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد وغیرہ کی تعداد چار لاکھ افراد تک پہنچ چکی تھی۔

صحیحین کی جس حدیث میں سفر معراج کا ذکر ہے اس میں بیان ہے:

”رسول اللہ ﷺ پہلے آسمان میں آدم علیہ السلام سے ملے تو انہوں نے فرمایا: نیک نبی اور نیک بیٹے کو خوش آمدید۔ آدم علیہ السلام کے دائیں طرف بھی بہت افراد تھے اور بائیں طرف بھی بہت سے افراد تھے۔ آپ جب دائیں طرف دیکھتے تو ہنس پڑتے اور بائیں طرف نظر اٹھاتے تو رو پڑتے۔ (نبی کریم ﷺ نے فرمایا) میں نے کہا: جبریل! یہ کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں، جب وہ دائیں طرف جنتی روحوں کو دیکھتے ہیں تو مسکرا دیتے ہیں اور جب بائیں طرف جہنمی روحوں کو دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں۔“(31)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(صحیح وضعیف الجامع الصغیر وزیادتہ، رقم:۷۶۴۸)

البدایہ والنہایہ میں امام ابن کثیر ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب جنت بنائی تو فرشتوں نے کہا: ہمارے مالک! یہ ہمارے لیے خاص کر دے کیونکہ تو نے بنی آدم کے لیے دنیا بنائی ہے۔ وہ اس میں کھاتے پیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میری عزت وجلال کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کہ جسے میں نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا، اس کی نیک اولاد کو ان (فرشتوں) کے برابر کر دوں جنہیں میں نے (کُن) کہا اور وجود میں آ گئے۔(32)

آپ کی عمر کے بارے میں اختلاف ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے مرفوع حدیث ہے: لوح محفوظ میں ان کی عمر ہزار سال لکھی ہوئی تھی۔

انسان کو مختلف کیڑے مکوڑوں یا بندروں کی ارتقائی شکل قرار دینے والے کم عقل مستشرقین، اسلام کے چاند جیسے منور چہرے کو دھندلانے کی کوشش کرتے ہوئے کہتے ہیں: ”اسلام نے ابتدا ہی سے انسانی قدر و منزلت کا اعتراف نہیں کیا، جبکہ قرآن انسانی اصل کو حقیر و ذلیل گردانتا ہے۔“

قرآن حکیم میں بیان کیے گئے سیدنا آدم علیہ السلام کے قصے سے اس الزام کی زبردست تردید ہوتی ہے کیونکہ اسلام نے بنی آدم کو جو اعلیٰ و ارفع مقام دیا ہے وہ دوسرا کوئی بھی مذہب یا فلسفہ اسے دینے سے قاصر ہے۔ قرآن کریم انسان کو اس کی اصل تخلیق مٹی اور نطفے کی طرف توجہ دلاتا ہے تاکہ وہ اپنی اصل کو یاد رکھے اور اپنی حدود سے تجاوز کر کے اپنے مالک و رازق کا نافرمانی اور ناشکرا نہ بنے۔ اس کی نعمتوں کا شکر گزار رہے اور غرور و تکبر میں مبتلا ہو کر کفر و شرک کا مرتکب نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے پہلے آدم علیہ السلام کو اپنے مبارک ہاتھوں سے تخلیق فرمایا۔ اپنی روح ان میں پھونکی، پھر انہیں تمام علوم و معارف عطا کر کے فرشتوں پر ان کی برتری کا اظہار فرمایا اور آخر میں فرشتوں سے انہیں سجدہ کروا کے ان کے فضل و شرف پر مہر تصدیق ثبت کر دی۔

﴿وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا﴾ (33) ”اور اللہ تعالیٰ نے آدم کو تمام نام سکھا دیے۔“

﴿وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ﴾ (34)

”اور البتہ تحقیق ہم نے عزت بخشی بنی آدم کو۔“

﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ﴾ (35)

”بے شک ہم نے انسان کو خوبصورت شکل میں پیدا کیا۔“

آدم علیہ السلام کے اس عبرت انگیز قصے سے یہ حقیقت بالکل عیاں ہوتی ہے کہ غرور و تکبر کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔ ابلیس کا ایک مقام تھا مگر جب وہ فرمانِ الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرنے سے انکار کرتا ہے اور تکبر و غرور کی مختلف حیلہ بازیاں کرتا ہے تو اس قبیح جرم کی پاداش میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے لعین و مردود قرار پاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محرومی اور اس کے دائمی عذاب کا حق دار بن جاتا ہے۔

تکبر کرنا ایک ایسا شنیع جرم ہے جس کا انجام جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

﴿أَلَا أُخْبِرُكُمْ بِأَهْلِ النَّارِ كُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُسْتَكْبِرٍ﴾ (36)

نقد حدیث: صحیح

شیخ البانی نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔(تاریخ مشکلۃ الفقر للالبانی، رقم:۱۲۵)

”کیا میں تمہیں جہنمیوں کے بارے میں نہ بتاؤں؟ ہر اکھڑ مزاج، حرام خور موٹا، غرور و تکبر کرنے والا جہنمی ہے۔“

جبکہ تکبر کے برعکس عجز و انکساری اپنانے والا اللہ کے ہاں بلند مرتبے کا حامل ہے۔

”ابلیس سے جب رب کریم نے انکارِ سجدہ کی وجہ پوچھی تو بجائے اعترافِ گناہ کے اس نے اکڑ دکھائی۔ جب اس اکڑ کے نتیجے میں اسے مردود قرار دیا گیا تو اس نے نہ صرف اپنے جرم کی ساری ذمہ داری خالق پر ڈال دی بلکہ چیلنج کیا کہ وہ آدم اور اس کی نسل کو برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھے گا۔“(37)

﴿إِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلَائِكَةِ إِنِّي خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِينٍ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ﴾(38)

CC BY

"جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا کہ میں مٹی سے انسان کو پیدا کرنے والا ہوں سو جب میں اسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اس میں اپنی روح پھونک دوں تو تم سب اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا۔"

اس آیت کریمہ سے واضح ہوتا ہے کہ انسانی تخلیق دو چیزوں کا مرکب ہے، ایک مٹی اور دوسری روح مٹی سے اس کے اعضاء، گوشت اور خون کو بنایا گیا ہے۔ دورِ جدید کے سائنس دان یہ کہتے ہیں کہ انسانی جسم انہیں اجزاء پر مشتمل ہے جن پر زمین کی مٹی مشتمل ہے۔ اس مادے سے تخلیق کی وجہ انسان میں دو قسم کے میلانات پائے جاتے ہیں، کھانے، پینے، پہننے، بہتر طرز زندگی، مال وجاہ اور جنسی خواہشات کی تکمیل کا رجحان اور دوسری طرف فخر و غرور، تکبر، انتقام، قتل و ضرب اور ایذا رسانی کے منفی رجحانات بھی پائے جاتے ہیں۔

انسانی جسم میں روح اللہ تعالیٰ کا وہ راز ہے جو اسے اپنے پروردگار پر ایمان لانے، اس کی نعمتوں کا شکر بجالانے اور اس کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب دیتا ہے اور اسے پروردگار کے احکامات کو بجالانے اور اعلیٰ اخلاقیات جیسے عدل واحسان، سچائی، امانتداری، خیر خواہی، سخاوت، محبت و مودت اور اخوت کو اپنانے پر ابھارتا ہے۔ لہٰذا قرآنی مفہوم میں انسان مادی اور روحانی مجموعے کا نام ہے جو ایک طرف اللہ تعالیٰ پر ایمان اور اعلیٰ اخلاقیات کو اپناتا ہے تو دوسری طرف حیوانی خواہشات اور جذبات کی طرف بھی میلان رکھتا ہے۔ قرآن کے اس نظریے سے ان یہودی خیالات و نظریات کی تردید ہوتی ہے جو کہتے ہیں کہ اخلاقی قوانین کا انسانی ذات سے کوئی تعلق نہیں یا کہتے ہیں کہ اخلاقیات کا تعلق انسان کی اقتصادی، اجتماعی اور مادی ترقی سے ہے اور انسانی فطرت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

آدم علیہ السلام کے قصے سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان، انسان کا ازلی، کھلا اور جانی دشمن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو عظمت و رفعت عطا فرمائی تو یہ حسد کی آگ میں جل اٹھا۔ پھر جب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے مردود، لعنتی اور جہنمی قرار پایا تو اس نے تا قیامت مہلت طلب کر لی تاکہ آدم علیہ السلام کی اولاد کو گمراہ کر کے جہنم رسید کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی اسی دشمنی کو واضح کرتے ہوئے فرمایا:

﴿وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ﴾ (39)

"اور شیطانی راہ پر نہ چلو، وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔"

انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی روح پھونکی ہے یہ دونوں صفات انسان سے اعلیٰ اخلاق، جیسے عدل و انصاف، خیر خواہی، بھلائی، سخاوت، دیانت، محبت، ایثار اور نرم روئی کا مطالبہ کرتے ہیں جبکہ انسان کا ازلی دشمن اسے برائی، بے حیائی، بخل، کنجوسی، غرور، تکبر، جھوٹ، لالچ، ہوس، کینہ اور حسد جیسے برے اخلاق اپنانے کی ترغیب دیتا ہے۔ حق اور باطل، خیر اور شر، نیکی اور بدی کی اسی جنگ میں انسان کی آزمائش، ابتلاء اور امتحان ہے اگر خیر کو اپناتا ہے تو جنت اس کا مقدر ہے اور اگر شیطانی مکر و فریب کا شکار ہوتا ہے تو اس کا ٹھکانہ شیطان کے ساتھ جہنم کی گہرائیاں ہوں گی۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا: اپنی روح ان میں پھونکی، فرشتوں سے سجدہ کرواکے ان کی فضیلت و برتری کا اظہار فرمایا۔ پھر انہیں رہنے کے لیے جنت الفردوس کا رہائشی بنایا۔ اور ساتھ ہی بطور آزمائش صرف ایک درخت سے منع کر کے ساری جنت کا مالک بنا دیا۔ حسد کی آگ میں جلتے شیطان کو یہ ساری نعمتیں کانٹے کی طرح چبھ رہی تھیں، لہٰذا اس نے آدم علیہ السلام کا خیر خواہ بن کر انہیں پروردگار کے حکم سے گمراہ کر دیا۔ انہوں نے ممنوعہ پھل کھایا تو جنت بریں کی تمام نعمتیں فوراً چھین لی گئیں۔ مکار دشمن اپنی چال میں کامیاب ہو گیا اور آدم علیہ السلام نادم ہوئے۔ ان کی توبہ قبول ہوئی، تاہم جنت سے نکال کر زمین پر بسائے گئے۔

اصل ٹھکانہ تو جنت ہی ہے بشرطیکہ ہدایت ربانی پر قائم رہے ورنہ جہنم ٹھکانہ ہوگا۔ مولانا اصلاحی کے بقول: چونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو انسان کے بہکانے کی مہلت دے کر انسان کو اس دنیا میں ایک سخت امتحان میں ڈالا ہے اس وجہ سے اس کی رحمت مقتضی ہوئی کہ وہ انسان کی ہدایت اور اصلاح کے معاملہ کو تنہا اس کی عقل و بصیرت ہی پر نہ چھوڑے بلکہ اس کی فطرت کو بیدار رکھنے اور اس کی عقل کو کج رویوں اور گمراہیوں سے بچانے کا بھی سامان کرے تاکہ جو ہدایت کی راہ اختیار کرنا چاہیں وہ علی وجہ البصیرۃ اختیار کریں اور جو گمراہی کی راہ پر جانا چاہیں وہ بھی پوری طرح اتمام حجت کے بعد جائیں۔ نبوت و رسالت کے قیام سے اصل مقصود یہی چیز ہے اور اس امتحان گاہ عالم میں انسان کے لیے دراصل سرمایہ تسکین و تسلی درحقیقت یہی انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات ہیں۔ اگرچہ یہ چیز انسان سے چھن جائے تو پھر انسان ہر فتنہ کا بڑی آسانی سے شکار ہو سکتا ہے۔ (40)

حسد وہ قبیح اور شنیع گناہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی پہلی نافرمانی کی گئی۔ ابلیس نے حسد کرتے ہوئے آدم علیہ السلام کے مقام و شرف کو تسلیم کرنے سے انکار کیا اور حکم الٰہی کو پس پشت ڈالتے ہوئے آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کر دیا۔ جس کی جزا میں وہ اور اس کی پیروی کرنے والے عذاب الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔

حسد ہی وہ جرم تھا جس کے ذریعے زمین پر اللہ تعالیٰ کی پہلی نافرمانی کی گئی یعنی ہابیل کا قتل۔

ہابیل آدم علیہ السلام کی اولاد میں ایک نیک فطرت، خیر اور بھلائی سے محبت کرنے والا، اللہ تعالیٰ کا مطیع اور اس کے احکامات بجالانے والا اور اس کی راہ میں عمدہ اور طیب مال خرچ کرنے والا فرد تھا۔ جبکہ دوسری طرف قابیل جو کہ کنجوس، بخیل، شیطانی راہ پر چلنے والا اور مال کی محبت میں گرفتار شخص تھا۔ دونوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے قربانی کی۔ ہابیل نے عمدہ مال قربان کیا جبکہ قابیل نے انتہائی گھٹیا مال قربانی میں پیش کیا۔ اللہ تعالیٰ عمدہ اور پاکیزہ مال قبول کرتا ہے لہٰذا ہابیل کی قربانی قبول ہو گئی اور قابیل کی مسترد۔

قابیل کو بھائی کی یہ قدر و منزلت پسند نہ آئی اور اس نے حسد میں آکر بھائی کو قتل کر دیا۔ اس طرح کرہ ارض پر پہلا قتل واقع ہوا جو حسد کا نتیجہ تھا اور قابیل انسانیت کا پہلا قاتل بنا اور تا قیامت بے گناہ قتل ہونے والوں کے گناہ میں برابر کا شریک ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حسد سے ہمیشہ بچنا چاہیے کیونکہ یہ سرچشمہ گناہ ہے۔

CC BY

جب سے شیطان نے آدم علیہ السلام اور ان کی اولاد کے ساتھ جنگ کا اعلان کیا ہے اس وقت سے نیکی اور بدی، خیر اور شر، بھلائی اور برائی کے درمیان کشمکش جاری ہے۔ شیطان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ رات دن بنی آدم کو گمراہ کرنے، انہیں اپنے رب کا نافرمان بنانے، برائی ملوث کرنے، نیکی سے دور اور بدی میں مبتلا کرنے کے لیے سرگرم ہے۔
آدم علیہ السلام کے قصے سے بنی آدم کو ان مشکلات کا حل میسر آتا ہے ان کے جانی دشمن کے کارگروار سے صحت یاب ہونے کا انمول نسخہ انہیں ملتا ہے۔ شیطان کی چند لمحے کی خوشی کے بعد اسے ذلیل وخوار کرنے کا مضبوط ترین ہتھیار نصیب ہوتا ہے۔ وہ علاج اور ہتھیار وہی ہے جو ان کے والد محترم سیدنا آدم علیہ السلام نے اختیار کیا تھا۔ وہ توبہ واستغفار ہے۔
جس طرح آدم علیہ السلام وحواء علیہا السلام شیطانی مکر کا شکار ہوئے اسی طرح ان کی اولاد بھی شیطان کے فریب میں آسکتی ہے، لہٰذا انہیں بھی اپنے اس مرض کا علاج اس طرح کرنا چاہیے جس طرح ان کے والدین نے کیا تھا۔ وہ روتے ہوئے اور گڑگڑاتے ہوئے اپنے رب کی طرف متوجہ ہوئے:
﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾(41)
"اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اگر تو ہمیں نہیں بخشے گا اور ہم پر رحم نہیں فرمائے گا تو ہم خسارہ اٹھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔"
لہٰذا اے مسلم! اگر شیطان کا وار تجھ پر کامیاب ہو جائے تو اپنے رب کی نافرمانی کر بیٹھے اور انعام ربانی سے محروم ہو جائے تو تیرے لیے قربِ الٰہی کے حصول، گناہوں کی بخشش، رب کی رضا اور انعامات کے حصول کے لیے توبہ کا دروازہ کھلا ہے تو اپنی زندگی میں کسی بھی وقت اس دروازے سے داخل ہو کر اپنی سیاہ کاریوں کو نیکیوں میں تبدیل کرا سکتا ہے۔

> "ایک داعی کو ہمیشہ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ شیطان کا بنیادی حملہ انسان کے فطری جذبہ شرم وحیا پر ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ انسان اس سے محروم ہو جائے تو ہر قسم کے جرم کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ شرم وحیاء کا فقدان شیطانی تہذیب وثقافت کی بنیاد ہے۔ اس لیے انسان کو بے حیائی کے خلاف مسلسل کام کرنا ہوگا۔"(42)

بارگاہ الٰہی میں گستاخی یا بغاوت بڑی سے بڑی نیکی اور بھلائی کو بھی تباہ کر دیتی اور ابدی ذلت وخسران کا باعث بن جاتی ہے۔ ابلیس کا واقعہ عبرتناک واقعہ ہے اور اس کی ہزاروں سال کی عبادت گزاری کا جو حشر بارگاہ الٰہی میں گستاخی اور بغاوت کی وجہ سے ہوا بلاشبہ سرمایۂ صد ہزار عبرت ہے۔
﴿فَاعْتَبِرُوا يَاأُولِي الْأَبْصَارِ﴾(43)
"پس عبرت حاصل کرو اے چشم عبرت رکھنے والو!"
مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی لکھتے ہیں:

> "سورۃ مائدہ اور احادیث کی روشنی میں قصہ ہابیل وقابیل سے یہ حقیقت آشکار ہوتی ہے کہ انسان کو اپنی زندگی میں ہرگز کسی گناہ کی ایجاد نہیں کرنی چاہیے تاکہ وہ کل کو بدکاروں اور ظالموں کے لیے ایک نئے حربے کا کام نہ دے۔ ورنہ نتیجہ یہ ہوگا کہ کائنات میں جو شخص بھی آئندہ اس "بدعت" کا اقدام کرے گا تو بانئ بدعت بھی برابر اس گناہ کا حصہ دار بنتا رہے گا اور موجد ہونے کی وجہ سے ابدی ذلت وخسران کا مستحق ٹھہرے گا۔ گناہ بہر حال گناہ ہے لیکن گناہ کی ایجاد موجد کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کا وبال سر سے باندھ دیتی ہے۔"(44)

ہابیل اللہ تعالیٰ کا مقبول بندہ تھا اور قابیل بارگاہ الٰہی کا راندہ ہوا۔ اس لیے ضرورت تھی کہ ہابیل کے پاک جسم کی توہین نہ ہو اور نسل آدم علیہ السلام کی کرامت وبزرگی قائم رکھنے کے لیے "تدفین" کی سنت قائم ہو جائے۔ اور تقاضائے انصاف تھا کہ قابیل کی اس کمینی حرکت پر اس کو دنیا میں بھی ذلیل کیا جائے اور اس کو اپنی کم عقلی اور کمینگی کا احساس ہو جائے اس لیے نہ اس کو الہام بخشا گیا اور نہ اس کمینی حرکت کو چھپانے کے لیے ایسے حیوان کو اسکا رہنما بنایا گیا جو عیاری ومکاری میں طاق اور دنایت طبع میں ضرب المثل ہے(45) اور آخر قابیل کو یہ کہنا پڑا:
﴿يَاوَيْلَتَا أَعَجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْءَةَ أَخِي فَأَصْبَحَ مِنَ النَّادِمِينَ﴾ (46)
"ہائے افسوس! کیا میں اس سے عاجز آگیا کہ میں اس کوے کی طرح ہو جاتا اور اپنے بھائی کی میت کو دفنا دیتا۔ پس وہ ندامت والوں میں سے ہو گیا۔"

مصادر ومراجع

۱۔ اصلاحی، امین احسن، تدبر قرآن، فاران فاؤنڈیشن، لاہور، ۲۰۰۵ء، ج۱، ص ۱۷۴
۲۔ البقرہ ۲: ۳۰

۳۔ ابن حنبل، احمد، ابو عبد اللہ، مسند احمد، بیت الافکار، عمان، اُردن، ۲۰۰۴ء، رقم الحدیث:۱۹۸۱۱

۴۔ مسند احمد، حدیث:۱۰۸۳۶

۵۔ مسند احمد، حدیث:۱۰۹۲۶

۶۔ قشیری، ابو الحسین، مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، حدیث:۸۵۴

۷۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب فی احادیث متفرقہ، حدیث:۲۹۹۶

۸۔ ابن کثیر، عماد الدین، تفسیر ابن کثیر، تفسیر سورۃ الکھف، آیت ۵۰، دار احیاء التراث العربی، بیروت، لبنان، ۱۹۸۵ء، ج۳، ص ۹۳

۹۔ ایضاً: ۱/ ۸۱، تفسیر سورۃ البقرہ، آیت:۳۴

۱۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب اطلاق اسم الکفر علی من ترک الصلاۃ، حدیث:۸۱

۱۱۔ مسند احمد، ج۳، ص ۴۸۳

۱۲۔ طبری، محمد بن جریر، ابو جعفر، تفسیر طبری (جامع البیان)، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۱۴۰۹ھ، ج۱، ص ۳۲۸، حدیث:۵۹۵

۱۳۔ مسند احمد، حدیث:۲۰۳۵۳

۱۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، ابو عبد اللہ، صحیح البخاری، احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، دار الکتاب العربی، بیروت، لبنان، حدیث:۳۳۳۱،

۱۵۔ ۲۰۰۸ء، صحیح مسلم، باب الوصیۃ بالنساء، حدیث:۱۴۶۶

۱۶۔ تفسیر طبری، ج۱، ص ۳۲۸، حدیث:۵۹۵

۱۷۔ البقرہ۲:۳۵

۱۸۔ صحیح البخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، حدیث:۳۳۳۰

۱۹۔ الاعراف۷:۲۴

۲۰۔ ابو داود، سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابی داود، کتاب الادب، باب فی قتل الحیات، دار الفکر، بیروت، لبنان، ۲۰۰۵ء، حدیث:۵۲۴۸

۲۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فضل یوم الجمعۃ، حدیث:۸۵۴

۲۲۔ الاعراف۷:۲۳

۲۳۔ البقرہ۲:۳۷

۲۴۔ تاریخ طبری، ج۱، ص ۹۲

۲۵۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص ۴۳۔۴۴

۲۶۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص ۴۴، سورۃ المائدہ، آیت:۲۷تا۳۰

۲۷۔ صحیح البخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقی بسیفیھما، حدیث:۷۰۸۳

۲۸۔ تفسیر ابن کثیر، ج۲، ص ۴۴۔۴۵، تفسیر سورۃ المائدہ، آیت:۲۷

۲۹۔ صحیح مسلم، الفتن باب نزول الفتن کمواقع القطر، حدیث:۲۸۸۶

۳۰۔ سنن ابی داود، الفتن والملاحم، باب النھی عن السعی فی الفتنۃ، حدیث:۴۲۵۹

۳۱۔ مسند احمد، ج۱، ص ۳۸۳، صحیح البخاری، احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ

۳۲ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریتہ، رقم:۳۳۳۵

۳۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، ابو عیسیٰ، جامع ترمذی، صفۃ القیامۃ، باب من عظم الوعید علی البغی وقطیعۃ الرحم، دار المعرفہ، بیروت، لبنان، ۲۰۰۲ء، رقم:۲۵۱۱

۳۴۔ صحیح البخاری، احادیث الانبیاء، باب ذکر ادریس علیہ السلام، حدیث:۳۳۴۲

۳۵۔ ابن کثیر، عماد الدین، البدایہ والنہایہ، دار ابن حزم، بیروت، لبنان، ۱۹۹۸ء، ج۱، ص ۹۱

۳۶۔ البقرہ۲:۳۱

۳۷۔ الاسراء۱۷:۷۰

۳۸۔ التین۹۵:۴

۳۹۔ صحیح البخاری، تفسیر، حدیث:۴۹۱۸

CC BY

۴۰۔ خالد علوی، ڈاکٹر، پیغمبرانہ منہاجِ دعوت، ص:۳۸، الفیصل ناشران، غزنی سٹریٹ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۰۵ء

۴۱۔ ص ۳۸:۱۷۔ ۲۷

۴۲۔ البقرہ ۲:۱۶۸

۴۳۔ الاعراف ۷:۲۳

۴۴۔ پیغمبرانہ منہاج دعوت، ص ۴۱

۴۵۔ سیوھاروی، محمد حفظ الرحمٰن، مولانا، قصص القرآن، المیزان، الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۴۷۔۴۸،

۴۶۔ قصص القرآن، ج:۱، ص:۵۰

CC BY